مولانا عبدالقیوم حقانی

اقتدار کے ایوانوں میں شریعت بل کا معرکہ

مؤتمر المصنفین کی پیش کردہ اہم تاریخی دستاویز

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وعلیٰ الہ وصحبہ الممتادبین بآدابہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی خاص علاقہ، طبقہ یا قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام نوعِ انسانیت کو جامع اور ہمہ گیر ہے۔ اسی طرح تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اور ورثاء حضرات علماء بھی کسی خاص نسل یا خاص ملک کے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ علماء حق نے ہر دور میں تعلیمات نبوت کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی طور پر دنیائے انسانیت کے لئے راہِ ہدایت کے سنگ میل قائم کئے اور کفر وظلمت کی فضاؤں میں ایمانی اور روحانی روشنی کے چراغوں کو دوام بخشا۔

خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، قاضی ابویوسفؒ، امام شعبیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ ابن العربیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام رازیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور خواجہ اجمیریؒ اپنے زمانہ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، سلوک و تصوف، تدریس، تصنیف و تالیف کے امام رہے مگر اس کے باوجود دینی سیاسیات کے مقتضیات کے مطابق دنیا کی راہ نمائی بھی کی۔ درس و تدریس کے حلقوں اور حجروں سے نکل کر میدانوں کی جادہ پیمائی حکمرانوں سے نبرد آزمائی، جابر سلاطین کے مظالم پر تنقید اور اصلاح و تدبیر کی مساعی ان کا ایک عظیم کارنامہ تاریخ اسلام کا سنہری باب اور ایک اہم روئیداد ہے۔ برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حیثیت اور شخصیت جامع اور ہمہ گیر تھی۔ وعظ وارشاد، تصنیف و تالیف اور تصوف و سلوک کے امام ہونے کے باوجود ہندوستان میں سیاسی بدامنی اور قتل و غارت کی بیخ کنی، جماعت کی تنظیم، رجال کار کی تربیت بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں اعلاء کلمۃ اللہ، علم اور عمل اور سیاست و انقلاب کا گلزار ان ہی کا سجایا ہوا ہے۔ الجزائر کے امیر عبدالقادر، سوڈان کے محمد احمدؒ، امام السنوسیؒ اور سید احمد شہیدؒ سب اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ۔مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۔مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۔شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۔مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۔شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۔مولانا مفتی محمودؒ ۔قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ۔ان سب حضرات کی دعوت کا مرکز و محور ، اخلاص وللہیت ، احترام امت ، علم و عمل میں سلف صالحین اور اکابر و مشائخ کا کامل اعتماد اور اتباع تھا۔ شاہ ولی اللہ کے تلامذہ ہوں یا سید احمد شہید کے جان نثار مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے روحانی فرزند ہوں یا شیخ الہند کی جمعیۃ کے مخلص ورکر اور علماء شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے علوم و معارف کے خوشہ چین ہوں یا شیخ لاہوریؒ ، حضرت امیر شریعتؒ ۔مولانا مفتی محمودؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے کاروان جہاد کے سالار و راہنما سب سرفروشی و جانبازی کا تصور لے کر اٹھے اور صحیح تجدید و اصلاح کر کے ایک ایسی صالح اور انقلابی جماعت پیدا کر دی جس کے افراد شمع رسالت کے پروانے اور سنت رسولؐ کے نمونے تھے جنہوں نے اپنے خون کے رشتوں اور علاقائی وابستگیوں کو ایمان و محبت ، عقیدت و احترام اور اطاعت و جاں سپاری کے رشتوں پر قربان کر دیا تھا۔ ترویج شریعت کی جدوجہد میں عہدہ و منصب اور قیادت کی تحصیل کی بجائے سپاہی بننے پر اصرار کرتے تھے انہوں نے وقتی سیاسی ضرورت اور جماعت سازی کی بجائے افراد سازی کو ترجیح دی۔ وہ روحانی ترقی ، باطنی کمال اسلامی سیاست ، مذہبی انقلاب اور نفاذ شریعت جیسے عظیم مقاصد کے لئے مجاہدے ، سرفروشی و جانبازی جہاد و قربانی ، تجدید و انقلاب ، فتح و تسخیر کی ضرورت و اہمیت کو جان کر بھی اخلاص وللہیت ، روحانی و قلبی قوت ، احترام اکابر اور سلف و صالحین کی کامل اتباع کو مقدم سمجھتے تھے ۔جب تک یہی وطیرہ رہا اکبر کے دین الٰہی سے لے کر پھوٹ شاہی کے سامراج تک برصغیر میں اسلامی اقدار کے تحفظ ، سیاسی کردار کے تسلسل اور علماء کی راہنمائی و قیادت کو دوام رہا۔

ایوبی آمریت کے خلاف بغاوت ہو یا ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا ملک میں سیاست و انقلاب کا کوئی مرحلہ ، حالات پر علماء حق کا تسلط رہا اور سیاست کی نبضوں پر ان کے ہاتھ رہے ۔

پاکستان میں گذشتہ ۴۳ سال خصوصاً ماضی قریب کے ۱۲، ۱۳ سال سے نظام اسلام اور نفاذ شریعت کے ساتھ باطل قوتوں ، مغربی دانشوروں ، لادین سیاستدانوں اور نااہل حکمرانوں نے جو معاندانہ رویہ اختیار کیا اور انہوں نے اسلام کے ناقص نظام حکومت کے تاثر اور لادین مغربی جمہوریت کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ خود مسلمانوں کے حکمرانوں اور سیاست دانوں سمیت عامۃ المسلمین کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی "سحر سامری" سے مسحور ہو کر رہ گیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس نقار خانہ میں ہر صدائے احتجاج اور ہر سعی اصلاح و اعلان حق طوطی کی

صدا بن کر رہ گئی۔ لیکن بد قسمتی سے اچھے اچھے دینی اور خالص مذہبی سیاسی حلقوں میں بھی اس کے پُرجوش وکیل اور نقیب پیدا ہو گئے۔

اس خطرناک صورت حال کے خلاف آواز اٹھانا علمار حق کا اوّلین فریضہ، مذہبی و دینی ذمہ داری اور وقت کا بہت بڑا جہاد تھا۔ جابرانہ و آمرانہ نظام حکومت اور "ظالم حکمرانوں کی مخالفت کی طرح عام لوگوں اور ملکی سیاست کے ضلالت پر مبنی عمومی رجحان کے خلاف آواز بلند کرنا بھی افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" کے مصداق ہے کہ بعض حالات میں عوامی ذہن اور قومی فیصلہ اور سیاسی فضا اور حالات کا رخ بھی سلطان جائر کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں صرف اور صرف قافلۂ علمار حق کے سالار اور جمعیۃ علمار اسلام کے پارلیمانی راہنما حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کی طرف سے ایوانِ بالا سینٹ میں نظامِ شریعت کے مکمل نفاذ شریعت کے سلسلہ میں ایک جامع آئینی خاکہ "شریعت بل" کے نام سے پیش کیا گیا جسے اولین مرحلہ میں ایوان نے بطور ایجنڈا کے منظور کر لیا مگر حکومتوں کے تاخیری حربوں اور منافقانہ رویئے کی وجہ سے اسے پانچ سال تک صعب آزما مراحل سے گذرنا پڑا۔ بظاہر یہ مراحل اہلِ اسلام کے لئے حیرت انگیز اور مایوس کن تھے مگر قدرت کو اس کے ذریعہ کچھ اور ہی منظور تھا۔ "شریعت بل" کی حمایت میں کراچی سے خیبر تک اور ملک و بیرونِ ملک عظیم تحریک چلی، اہلِ اسلام نے پھر سے نظامِ اسلام سے مضبوط وابستگی کا اظہار کیا، خوابیدہ جذبات بیدار ہوئے۔ ولولے تازہ ہو گئے اور یاس و قنوط کے بادل چھٹ گئے۔ اربابِ اقتدار، اہلِ ہوی والحاد، روسی و امریکی ایجنٹوں، عیاش و فحاش اور لادین عناصر کی آنکھیں اُس وقت چندھیا گئیں، دینی زوال و اندراس کا خواب دیکھنے والے حواس باختہ ہو گئے۔ جب یادگار سلف محدث کبیر قائد تحریک نفاذ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت کے باوجود اس کی حمایت و منظوری کے لئے میدانِ عمل میں آگئے اور متحدہ شریعت محاذ بنا کر اس کے صدر کی حیثیت سے حکومت کی منافقانہ روش کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔

تحریک نفاذِ شریعت کا آغاز مورخہ ۱۳ رجون ۱۹۸۵ء کو نفاذِ شریعت کے مکمل نفاذ کے سلسلے میں ایک جامع آئینی خاکہ "شریعت بل" کے نام سے ایوانِ بالا سینٹ میں پیش کر دینے سے ہوا۔

جمعیۃ علمار اسلام، متحدہ شریعت محاذ، جہادِ افغانستان، متحدہ سُنی محاذ، اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کی بلائی ہوئی گول میز کانفرنس، اسلامی جمہوری اتحاد، آل پارٹیز نفاذ شریعت کانفرنس، تحریک نفاذ شریعت مختلف دینی و سیاسی اتحادی محاذوں کے سٹیج سے "شریعت بل" کے نفاذ و منظوری کے کاز کو آگے بڑھایا جاتا رہا۔

ایوانِ بالا سینیٹ میں اس سلسلہ میں بھرپور معرکہ حق و باطل ہوا، بالآخر پانچ سال کی ہنگامہ خیز اور طویل ترین جدوجہد کے بعد (۱۳ مئی ۱۹۹۰ء) کو "شریعت بل" ایوانِ بالا نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔

تحریک کے اصل بانی و محرک اور روحِ رواں سالارِ قافلہ حق مولانا سمیع الحق مدظلہ ہیں۔ متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل ہو یا جمعیۃ علماء اسلام کے مسلکِ حقہ کے تحفظ و ترویج کے مراحل، ناموسِ صحابہؓ کا تحفظ ہو یا رفض و بدعت کے خلاف متحدہ سنی محاذ قائم کرنے کا مرحلہ، ایم آر ڈی کی تحریک بحالیٔ حکومت پیپلز پارٹی ہو یا مسلم لیگی حکومت کا شریعت بل کے بارے میں منافقانہ اور معاندانہ طرزِ عمل، اسلامی جمہوری اتحاد کی تشکیل اور استحکام کا اقدام ہو یا عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل کے قیام اور ملک گیر تحریک کی ضرورت! مولانا سمیع الحق مدظلہ اس میں اصل داعی اور محرک اور مین آف دی گیم کی حیثیت سے بنیادی اور کلیدی کردار ادا کرتے رہے۔

تحریک نفاذِ شریعت کی ضرورت، آغاز، مختلف مراحل، مشکلات، صبر آزما راستے، مختلف کردار، قومی و ملکی اور عالمی سطح پر اس کی اہمیت اور ردِ عمل، ملکی سیاست میں اس کے مثبت اور مفید نتائج و ثمرات پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے جسے کوئی بھی انصاف پسند مورخ فراموش نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ کی تفصیلات و جزئیات تو مستقبل کے مورخ کا فرض ہے۔ تاہم اس بات کی شدت سے ضرورت تھی اور کثرت سے علماء و افاضل اور احباب کا تقاضا بھی تھا کہ تحریک کے اغراض و مقاصد اور اہداف اور اس سلسلہ کے تاریخی مسلسل کردار کے صحیح خدوخال، قائد تحریک حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی مختلف تقاریر، علماء و مشائخ، وکلاء اور عوامی اجتماعات سے خطابات، سینیٹ آف پاکستان میں شریعت بل کے مقدمہ اور قومی اخبارات اور اہم ہفت روزوں کو انٹرویوز کی صورت میں منظرِ عام پر آتے رہے۔ اگر اسے مستقل کتابی صورت میں محفوظ کر لیا جائے تو نفاذِ شریعت کی تحریک کو آگے بڑھانے میں کارکنوں کو علمی و دینی مواد، معلومات اور صحیح راہنما خطوط ملتے رہیں گے۔

"اقتدار کے ایوانوں میں شریعت بل کا معرکہ" احبابِ مخلصین کے اسی مخلصانہ مطالبہ کی تکمیل کی حقیر سی کوشش ہے۔ جسے ملک کی تاریخ میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب اور ایک تاریخی دستاویز قرار دیا جا سکتا ہے۔ بس ہیں ایوانِ بالا (سینیٹ) اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز، رفتارِ کار، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہادِ افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے شامل ہیں۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو عام اجتماعات سے خطابات، اخباری بیانات اور انٹرویوز کے علاوہ علماء و مشائخ، جدید تعلیم یافتہ طبقوں، وکلاء، زمانۂ حال کے دانشوروں اور مختلف الخیال اہل

علم و فکر کے سامنے اپنے احساسات و جذبات کی ترجمانی اور اندیشہ ہائے فردا اور خطرات کے اظہار کے جس قدر بھی مواقع ملتے رہے انہوں نے ارتدادی فکر، لادین ذہنیت، مادر پدر آزاد سیاست، دینی اقدار سے فکری بغاوت اور ارباب حکومت و سیاست کے معاندانہ و منافقانہ طرزِ عمل کا بھرپور تعاقب کیا۔

مولانا مدظلہ کا مجموعہ تقاریر آپ کے سامنے ہے، پڑھتے جائیے تو آپ بھی میرے ساتھ یہ رائے قائم کریں گے کہ مولانا کی تقاریر، خطبات، انٹرویوز اور تمامتر مساعی کا بنیادی ہدف قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی، سنت اور اقوامِ عالم کے تاریخی تجربات کی مدد سے نفاذِ شریعت کے ہدف کے حصول اور اسلامی انقلاب برپا نہ ہو سکنے کے حقیقی اسباب کے تلاش کرنے اور اسباب و مسببات میں باہمی ربط پیدا کرنے کی دعوت اور خالص شرعی نقطہ نظر سے اسلامی انقلاب کی راہ متعین کرنے کی دعوت ہے۔

مولانا نے اپنے سامعین اور مخاطبین میں مایوسی کے بجائے حوصلہ اور ہمت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اسلامی دعوت، خالص اسلامی طرزِ سیاست اور دینی قیادت کا علم ہاتھ میں لے کر شکستہ دل مسلمانوں کو غلبہ اور فتح و نصرت کی نوید سنائی۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ہ (الآیۃ)

مولانا نے اپنی تقاریر اور انٹرویوز میں اپنے دل کا سوز، اپنی فکر کا ساز بلکہ اپنا جگر نکال کر رکھ دیا ہے جو ہر لحاظ سے بصیرت افروز اور ایمان پرور ہیں جو موصوف کی علمی و دینی اور سیاسی بصیرت، رائے کی اصابت، ان کی دعوت میں سچائی اور موعظت میں حکمت کا عمدہ مظہر ہیں۔ مولانا سیاست کے خارزار میں آئے مگر ان کا اولین اور آخری ہدف صرف اور صرف غلبہ حق اور نفاذِ شریعت رہا۔

موصوف کے تخیلات کی دنیا، تمناؤں کا مرکز، تمامتر مساعی کا ہدف، خالص اسلامی طرزِ سیاست کے فروغ اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کا میلان رہا۔ یہی ان کی زبان و ادب، یہی ان کا جلسہ و جلوس، یہی ان کا منشور و پیغام یہی ان کا پارلیمانی کردار اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور یہی ان کا سب سے بڑا اثاثہ اور سرمایہ حیات ہے ؎

میرا ساز گرچہ ستم رسیدۂ زخم ہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں کہ نوا میری عربی رہی

ان خطبات اور تقاریر کا تعلق اگرچہ ایسے دور سے ہے جو بظاہر گذر چکا ہے یا گذر جائے گا اور بعض ایسے عوامل، محرکات اور کردار جو بظاہر نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لیکن ان میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ عالمگیر اور زندہ و جاوید صداقتیں ہیں جو قرآن مجید اور انقلابِ محمدیؐ کے عمیق اور تاریخ کے وسیع مطالعہ پر مبنی ہیں وہ حالات جس ذہنی کیفیت، جن تحریکوں، ہنگاموں، حالات، فلسفوں اور حق و باطل کی باہمی کش مکش کا نتیجہ تھے وہ وقتی یا مقامی ہرگز نہیں۔ یہ دور سے یہ حالات اور یہی طریقِ واردات سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں، حکمرانوں